تفسیر القاء الرحمٰن

ترجمہ

تفسیر الہام الرحمٰن

(اٹھارھویں قسط)

خدانے اس قول میں یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَ لَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ مریض اور مسافر کے لئے روزہ رکھنے میں رخصت ہے۔ اسی طرح ماہ صیام میں رخصت دی ہے کہ اس میں کسی چیز کی تکلیف نہیں دی۔

خدا کا فرمان!	قولہٗ تعالٰی
اور وہ حکم تم کو اس غرض سے دیتے ہیں کہ تم روزوں کی گنتی پوری کرلو۔	وَ لِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّۃَ وَ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰىکُمۡ

اگلی امتیں فقط تعدیل قویٰ کے لئے روزہ رکھا کرتی تھیں۔ قرآن حکیم نے اس پر اضافہ کردیا کہ اس مہینے میں تعلیم بھی حاصل کی جائے اور تعلیم کو ہمارے لئے سہل و آسان کردیا اور یہ ایک زبردست نعمت ہے اور خدا کا احسان ہے۔ اور اس پر ہمیں خدا کی حمد و ثناء کرنی چاہیئے۔

پس خدا نے ہم سے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے کہ اس پر عمل کریں اور اس راستے پر چلیں جو ہم پر واضح کیا گیا ہے اور یہی معنی ہیں "ولعلکم تشکرون" کے

قرآن کی تعلیم رمضان میں حاصل کرنے کے علاوہ روزوں سے عزم قوی زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے دعاء اس عزم کا ایک زبردست مظہر ہے۔ جب ہم اپنے عزم کو ہمارے پروردگار کے

سامنے پیش کرتے ہیں تو اس کو ہم دعا کی صورت میں تبدیل کردیتے ہیں اور خدا نے اس عزم کی تقویت کی راہ آیت (۱۸۶) میں بتلاتی ہے ۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۱۸۶

اور اے پیغمبر! جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو ان کو سمجھا دو کہ ہم ان کے پاس ہیں جب بھی کوئی ہم سے دعا کرنے والا ہم سے دعا کرے ان کو چاہیئے کہ ہمارا حکم مانیں اور ہم پر ایمان لائیں تاکہ وہ سیدھے راستے لگ جائیں ۔

پس روزے داروں کو چاہیئے کہ قرآن حکیم پر عمل کرنے عزم پختہ کرلیں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے قریب ہے ان کے عزم کو پختہ کردے گا ۔

یہاں ایک مشکل پیش آتی ہے اور وہ یہ کہ روزوں میں تو اسئے دماغیہ مضمحل ہوجاتے ہیں اور شرح صدر سے وہ مدارستہ قرآن کی طاقت نہیں رکھتا ۔ تو خدا نے اس مشکل کو حل فرمایا اور کہا میں قریب ہوں اور دعاء کو سنتا ہوں ۔ جب مجھ سے دعاء مانگے میں قبول کرتا ہوں اس لئے مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ ہدایت پالیں ۔

اسلام سے پیشتر زمانۂ قدیم میں یہ تھی کہ رات کے سونے سے ابتداء ہوتی تھی اور لوگ کھانا پینا ترک کردیتے تھے ۔ تا آنے والا دن کا سورج غروب ہوجائے اور یہ لوگ سونے سے پہلے کھاپی لیتے تھے ۔ ایسا ہی کرتے رہتے تھے تو یہ عادت منسوخ کردی اور ان کے لئے کھانا پینا، ہمبستری وغیرہ طلوع فجر تک مباح کردیا گیا ۔ اور رمضان کی پوری راتیں قرآن حکیم تعلیم و فہم کے لئے خالی کردی گئیں ۔ اسی کی طرف آیت (۱۸۷) میں اشارہ ہے ۔

قولہٗ تعالیٰ

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا

خدا کا فرمان !

مسلمانو! روزہ دن کی راتوں میں اپنی بیبیوں کے پاس جانا تمہارے لئے جائز کردیا گیا ہے ۔ وہ تمہارے دامن کی جگہ ہیں اور تم ان کی چولی کی جگہ ہو اور اللہ نے معلوم کرلیا کہ تم چوری چوری ان کے پاس جانے سے اپنا دینی نقصان کرتے تھے تو اس نے تمہارا قصور معاف کردیا ۔ تمہاری خطا سے درگذرا پس

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ ۱۸۷

تم اب ان سے ہمبستری کیا کرو اور ہمبستری کا جو نتیجہ خدا نے تمہارے لکھ رکھا ہے، یعنی اولاد اس کے حاصل کرنے کی خواہش کرو۔ اور یہ کہ رات کی کالی دھاری سے صبح کی سفید دھاری تم کو صاف دکھائی دینے لگے پھر رات تک روزہ پورا کرو۔ اور جہاں تم مسجد میں بیٹھے ہو تو رات کو بھی ان سے ہمبستر نہ ہونا یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں تو ان کے پاس بھی نہ پھٹکنا اس طرح اپنے احکام لوگوں سے کھول کھول بیان کرتا ہے تاکہ وہ خلاف حکم کرنے سے بچیں۔

اس نسخ کا سبب یہ ہوا کہ بعض لوگوں نے حکم کی خلاف ورزی کی اور اپنی بیویوں سے ہمبستری کر لی تو خدا نے اس کے حلال کر دیں اور اس میں حکمت خداوندی تھی کہ قرآن حکیم کی تعلیم کے لئے رات کا سارا وقت خالی کر دیا جائے ۔۔۔ اور آخری آیت میں ہے

وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ

اور تم عورتوں سے ہم بستر نہ ہونا جبکہ تم مسجدوں میں معتکف ہو۔

تو اعتکاف کی راتیں مدارستہ قرآن اور اس کے فہم کے لئے سارا وقت خالی کر دیا، بالکلیہ خالی کر دیا۔ اور خدا کا قول:

کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ

اسی طرح اللہ اپنی آیتوں کو لوگوں کے ساتھ بیان کرتا ہے تاکہ لوگ خلاف حکم کرنے سے بچیں۔

یہ تقویٰ نعل وعمل اور عدل وانصاف سے حاصل ہوتا ہے۔

تتمہ

۱

رمضان کی راتوں میں لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے یہ نماز اس طرح پڑھنا ترک کر دی اور حکم دیا۔

صلوۃ فی بیوتکم فانی خشیت — اپنے گھروں تم نماز پڑھ لیا۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے
ان تفرض علیکم : او کما قال — تم پر فرض نہ کر دی جائیں۔

اور حدیث معراج میں پانچ نمازوں کو پچاس نمازیں فرمایا ہے کہ خدا کا قول تبدیل نہیں ہوا کرتا، اور شراح حدیث اس حدیث کی شرح کرتے ہیں مشکلات میں پڑھ گئے۔ اور حدیث کے متعلق بحث کی ہے اور ہر ایک نے اپنی اپنی فہم و سمجھ کے مطابق بحث کی ہے۔ لیکن اس بارے میں ہمارا ایک خاص نظریہ ہے جس کو ہم پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اصل رمضان کے روزوں میں یہ ہے کہ ایک مہینے کے روزے رات دن کے رکھے جائیں۔ اور کھانا پینا وغیرہ ان کے لئے ان کی کمزوری اور ضعف کی وجہ سے نیند کے وقت تک مباح رکھا۔

پس اب ہم رات کے روزوں پر نظر کریں کہ مفطرات سے انسان نیند کے بعد رک جائے اس میں روزے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ تو جب مسلمان اس کے عوض رغبت و توجہ اور جماعت کے ساتھ قرآن پڑھیں، تو کیا یہ چیز صیام لیل۔ رات کے روزوں کی تعمیر میں اولیٰ اور بہتر نہیں ہے؟
مفطرات سے نیند کے بعد امساک ایک طرف، اور قیام نماز دوسری طرف، کیا یہ تمام نماز اور رات کے روزوں کے لائق نہیں ہے، یقیناً یہ امساک سے بہتر ہے کہ قرآن پر خود تدبر کیا جائے اور کبھی یہ امساک طول قیام سے بھی ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے احتراز فرمایا اور احتراز کو ضروری سمجھا۔ اور اس احتراز کو رات کے روزے کے معنی گردان لیا۔ اور جو ان کے لئے رحمت تھا اس کو مباح کر دیا۔ یعنی یہ جدید نماز فرض بلکہ منہیات روزوں سے ہے۔

(۱) اور آپ کا احتراز خوف احتیاط تھا۔ اور آپ کی وفات کے بعد یہ خوف بالکل نہ رہا۔ تو حضرت عمر فاروقؓ کے عام مشورہ سے عام لوگوں کے لئے مسجدوں میں مسنون کر دیا اور خاص لوگوں کو اس سے مستثنیٰ رکھا۔

خلیفہ راشد کے لئے تغیر سنت کسی خاص مصلحت سے جائز ہے

یہ سنت تمام مسلمانوں کے لئے شرعی طور پر لازم نہیں بلکہ اس میں مصلحت بھی ہے فقط قرآن تلاوت

اور رعایت کی جائے

(۲) مصلحت کی تابع کی وجہ سے خلیفہ راشد کو یہ اجازت ہے سنن میں کچھ تغیر و تبدیلی کردے۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا خوف نہیں تھا کہ نماز تراویح ان پر فرض کر دی جائے گی بلکہ خوف یہ تھا کہ رات کے روزے ان پر فرض کر دیئے جائیں۔ کیوں طول قیام بھی تو روزوں کے معنی میں ہیں۔

(۲) یہ سنن عام لوگوں کے لئے نہیں ہے اور اس بارے میں متواتر احادیث موجود ہیں مثلاً حدیث میں ہے

قال: لا، الا ان تطوع — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نفل پڑھ لو۔

اور حدیث میں ہے

اوتروا یا اهل القرآن — اے اہل قرآن تم وتر پڑھا کرو۔

اور حدیث ایک حتمی اور ضروری چیز ہے اور اس میں تخصیص اہل قرآن کی حفظ کی ہے اور وہ قاری لوگ ہیں۔ اس میں اصل یہ ہے کہ وتر عام لوگوں پر نہیں ہے اور یہ کہ ان کے نزدیک جو اس کی سنیت کے قائل نہیں ہیں اور اس کی تائید حدیث

لیس لك ولا صحابك — یہ تمہارے اور تمہارے اصحاب کے لئے نہیں ہے۔

ملاحظہ فرمائیں معالم السنن خطابی کی اور تفہیمات الٰہیہ وغیرہ کتب حدیث میں

جس طرح کہ اہل حل وعقد کا اجماع بر حسب مصالح وحکمت عملی کرنا جائز ہے

(۳) اس سے منع کرنا ایک قسم کا ظلم عظیم ہے فقہاء کی جانب سے ایک زبردست فروگذاشت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منطرات نیند کے بعد مباح کر دیں اور نماز اور قیام لیل کو روزے کے عوض لوگوں نے پکڑ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف ہوا کہ کہیں یہ عوض اور بدلہ ان پر فرض نہ کر دیا جائے اور اس لئے اس کے التزام سے لوگوں کو روکدیا۔

(۴) عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عورتیں پانچوں وقت نماز کے لئے مسجد میں جایا کرتی تھیں اور عورتوں کا مسجد میں جانا سنت تھا لیکن ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا:

لو رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدثه النساء لمنعهن المساجد (الحدیث) — اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کو دیکھتے جو عورتوں نے نئی پیدا کر لی ہیں تو آپ ان کو مسجدوں میں آنے سے منع فرما دیتے۔

اور آج مسلمانوں نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روک دیا ہے تو یہ تغیر سنت ہے۔

اور تین طلاقیں ایک ساتھ دینا عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور عہد ابوبکر صدیقؓ میں اور ابتداء خلافت عمرؓ میں ایک طلاق تھی پھر حضرت عمرؓ نے اس کو بدل دیا اور تین طلاقوں کو تین قرار دیا یہ سنت کی تغیر ہے

اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد میں بھی عمرہ اور حج ایک ہی سفر میں کئے جاتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے اس سے منع فرما دیا اور نئے سرے سے حج اور عمرہ کے لئے علیحدہ سفر کرنا قرار دیا یہ تغیر سنت ہے۔

اور ابتداء اسلام میں امہات اولاد کو فروخت کرنا جائز تھا لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس سے منع کر دیا۔

اسی طرح اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز تھا لیکن حضرت عمرؓ نے اس سے منع فرما دیا۔

اور عرفہ میں تلبیہ پڑھنا جائز تھا لیکن حضرت معاویہؓ نے عرفہ میں تلبیہ پڑھنے سے روک دیا۔

مسئلہ

اجتماعیات متوسطہ میں خدا نے معاملات کی اصلاح اور اس کا اجراء عدل وانصاف سے کرنا واجب کیا ہے

اجتماعیۃ متوسطہ میں معاملات مالیہ بیع وشراء، رہن اور ودیعت وغیرہ میں واجب ہے اور خدا نے ان معاملات کی اصلاح اور اس کا اجراء عدل وانصاف کرنا واجب قرار دیا ہے اور اسی کی ہدایت وراہ نمائی آیت (۱۸۸) میں فرمائی ہے خدا فرماتا ہے

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۱۸۸	اور آپس میں ناحق و ناروا ایک دوسرے کے مال کو خرد برد نہ کرو اور نہ مال کو حاکموں کے پاس رسائی پیدا کرنے کا ذریعہ گردانو، لوگوں کے مال میں سے تھوڑا بہت جو کچھ ہاتھ لگے اس کو جان بوجھ کر ناحق ہضم کر جاؤ۔

اور دوسرے مقام پر اس کی تفصیل اس قول سے فرماتا ہے۔

إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ گر یہ کہ تجارت تمہاری رضامندی سے ہو۔

تمام معاملات کی بنا تراضی طرفین ہونا شرط ہے اگر تراضی طرفین نہیں ہے تو یہ اکل مال بالباطل ہے اور یہ انسانیت کا ایک زبردست نقص اور عیب ہے۔

اجتماعیۃ انسانیۃ ابتدائیہ میں خنزیر اور مردار کا کھانا حرام قرار دیا ہے اور اگر کوئی انسان کسی کا مال اس کی خلاف لے لے اور کھالے تو وہ انہی محرمات کے قبیل سے ہوگا۔ اور کتاب اوائل حافظ سیوطی نے ایسی بہت سی چیزوں کی تبدیلی اور تغییر کو پیش کیا ہے۔

اور قطوعات اولیہ جو فقہاء کی پیدا کردہ ہیں اس کو زمانہ رسول اللہ میں اور زمانہ خلفاء میں کوئی نہیں جانتا تھا جیسا کہ شرح ترمذی ابن عربی اور فتح القدیر اور شرح حلیہ کبیر میں ہے۔ یہ تمام چیزیں تغییر سنت ہی تو ہیں۔

تنبیہ

مسلمانوں پر واجب ہے، کہ کسی مال اس کی مرضی کے خلاف یا خدا نے فرض کیا اس کے سوا نہ لے

یہ امر تمام مسلمانوں کے لئے عام وخاص سب کے لئے لازم و واجب ہے اور حکام اور تمام لوگ اس حکم میں مساوی ہیں۔ کسی حاکم کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی کا مال اس کی مرضی کے خلاف لے لے۔ مگر ہاں وہی مال جو حاکم کو دینے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مدت حیات میں اسی پر عمل فرماتے رہے اور آپ کے بعد خلفاء راشدین بھی اسی پر عمل کرتے رہے۔ اور اس کی بناء برلمان یعنی پارلیمنٹ یا ارباب حل وعقد کی مجلس شوریٰ پر تھی۔ اور غزوۂ ہوازن میں جب آپ کو اس کی ضرورت پیش آتی کہ ایک مصلحت عامہ پر خرچ کریں تو آپ نے لوگوں سے سوال کیا اور فرمایا جو شخص چاہے برضا ورغبت ہم کو دے دے ورنہ یہ مال ہم پر قرض ہوگا۔ اور بعد میں ہم ادا کردیں گے اور اس سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ قوم سے حکومت قرض لے سکتی ہے۔ جب لوگوں نے برضا ورغبت دینا چاہا تو آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ تم لوگ اپنے عرفاء کے پاس جاؤ اور وہ تمہاری رضامندی پیش کریں۔ یہ اس حدیث کا ماحصل ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔ اور یہ مجلس شوریٰ یعنی پارلیمنٹ کی ایک اساس و بنیاد ہے۔ لیکن سلاطین و ملوک مستبد

اگر کسی امر کی اپنے استبداد سے اصلاح کرنے چاہتے ہیں اور مجلس شوریٰ سے نہیں مشورہ کرتے تو ایک امر کی اصلاح سے بہت کام بگاڑ لیتے ہیں۔ اگر یہ مستبد ملوک وسلاطین ارباب حل وعقد سے مشورہ کر لیا کریں تو ان کے استبداد حق میں تو وہ کچھ مضر ہوگا۔ لیکن مسلمانوں کے حق میں وہ کس قدر مفید ہوگا؟ ہم اس وقت تاریخ سے بحث نہیں کر رہے ہیں ہمارا مقصد یہ ہے کہ تعلیم اسلامی حکومت شورہ ہی سے مکمل ہوتی ہے۔

اور باتیں جو زبان دراز مبطلین کرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے کبھی بھی آیت پر غور وفکر نہیں کیا کہ اسلام نے بلا قانون حکومت کے ہم کو چھوڑ دیا ہو اور تمام باتیں ان کی سفاہت بے وقوفی اور غفلت سے ہو رہے ہیں

قولہٗ تعالیٰ خدا کا فرمان!

وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ الآیۃ اور نہ مال کو حاکموں کے پاس ذریعہ گردانو

حکومتوں کو کون سی چیز تباہ برباد کرتی ہے؟

یہ اکل باطل دوسری قسم کا ہے یہ لوگ رشوت لیتے ہیں اور حکومت کے زور سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ حکومت قطعاً فاسد اور خراب کر دیتی ہے۔

ہمیں ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت کا اچھی طرح علم ہے گو اس کا نظام حکومت حکمت ومصالح پر مبنی ہے مگر بعض امور میں وہ حد سے زیادہ کوتاہی کرتی ہیں۔ انگریز رعایا پر جبر کرتے ہیں اور اس خیال سے جبر کرتے ہیں کہ یہ فاتح ہیں۔ اس ملک کو انھوں نے فتح کرکے لیا ہے اور فی الحقیقت ایسا نہیں ہے جب ہم غائر نظر سے اس عیب ونقص پر ڈالتے ہیں تو گو ان کا نظام صالح اور اچھا ہے لیکن ان کی حکومت کا دائرہ رشوت ستانی سے پر ہے اور ابتدا تسلط اور تغلب سے لے کر آج دن تک اس کے ازالہ کی قدرت وسکت نہیں رکھتے اور اپنے ادارہ کی اصلاح کر سکتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی حکومت غیر طبعی ہے اور زیادہ دنوں تک یہ باقی نہیں رہ سکتی۔ جب اہل بیدار ہو جائیں گے تو ان کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ اگرچہ مسلمانوں کو اس نے پچاس برس سے میٹھی نیند سلا دیا ہے اور عجیب امیدیں دلاکر شہروں کے مسلمانوں کو سلا دیا ہے۔

اور صرف رشوت ستانی ہی ایک وہ چیز ہے کہ حکومت کو فنا کر دیتی ہے اور اس کو برباد

کردیتی ہے[لہ] اور رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں سے دونوں گنہگار ہیں اور اس سے ان کے اخلاق فاسد اور خراب ہو کر رہ جاتے ہیں اور ہم بیان کریں اس سے کہیں زیادہ واضح ہے اور یہ آیت تنہا مصالح مالیہ کا اجمال ہے ۔

مسئلہ

اجتماعیتہ صالحہ میں تقویم ماہ اور سنہ ضروری ہے

انسان کو اپنی اجتماعیتہ صالحہ میں تقویم اور سنہ کی ضرورت پیدا ہوا کرتی ہے اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے ۔ (۱۸۹) ۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِھَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۱۸۹

اے پیغمبر! لوگ آپ سے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو تم ان سے کہو کہ چاند سے لوگوں کے معاملات اور عبادات مثلاً حج کے اوقات معلوم ہوتے ہیں اور یہ کچھ نیکی میں داخل ہے کہ گھروں میں ان کے پچھواڑے کی طرف سے آؤ بلکہ نیکی تو اس کی ہے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور گھروں میں آؤ تو ان کے دروازوں سے ہو کر آؤ اور اللہ کی نافرنی سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو ۔

عام طور پر مفسرین نے اس کا جواب نہیں دیا اور اس کی حکمت سے قطعاً چشم پوشی کر لی ہے جب کوئی جاہل اور بے علم ان سے پوچھتا ہے ۔ اور ان کی سمجھ کام نہیں کرتی تو ان کو جواب سے اعتراض کر لینا چاہیے وہ جواب ایسا دیتے ہیں جو سائل کو نفع نہیں دیتا وہ سمجھ ہی نہیں سکتا اور پھر اس جواب کو اسلوب حکیم کہتے ہیں اور اس آیت کو اس شہادت میں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں سائلین نے سوال کیا کہ ابتداء میں

لہ آج ہندوستان پاکستان میں بھی رشوت کا بازار گرم ہے ۔ گو انگریزوں کی حکومت ختم ہو گئی اور یہ حکومتیں دیس کے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے مگر یہ بیماری پہلے سے زیادہ فروغ پا رہی ہے ۔ ابوالعلاء محمد اسمٰعیل کان اللہ لہ

چاند چھوٹا کیوں ہوتا ہے پر وہ بڑا کیوں ہو جاتا ہے اور پھر اپنی صورت میں کیوں آجاتا ہے۔ یعنی ان لوگوں نے سوال کیا کہ چاند چھوٹا بڑا کیوں ہوتا ہے اس کی حکمت طبعیہ کیا ہے؟

امام ولی اللہؒ چاند کی تفسیر مہینوں سے کرتے ہیں

امام ولی اللہؒ نے "الاھلۃ" کی تفسیر مہینوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ (تم سے سوال کرتے ہیں چاند کے بارے میں) یعنی یہ لوگ مہینوں کا تم سے سوال کرتے ہیں کہ یہ لوگ اشہر ہلالیہ چاند کے مہینوں سے یعنی قمری مہینوں سے اپنا حساب کریں یا شمسی مہینوں سے؟ کیونکہ تقویم و تاریخ اجتماع انسانی میں ضروری چیز ہے۔ اس طرح جواب سوال کے مطابق ہو جائے گا اور یہ آیت گویا تتمہ ہے پہلی آیت کا۔

اور ہلالی یعنی قمری مہینے تمام پہچان لیتے ہیں بلا توجہ کئے اور بلا حساب کے پہچان لیتے ہیں اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔

قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۔ اے پیغمبر ان سے کہدو لوگوں کے معاملات اور حج کے اوقات ہیں

امام الملت اشہر ہلالیہ یعنی قمری مہینوں کو مواقیت حج گردانا۔ اور ایام حج تمام موسموں پر دور کرتا ہے صیف، شتاء، ربیع و خریف تمام میں حج کا موسم آتا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ ۔ خدا کا فرمان!

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا ۔ اور نیکی یہ نہیں ہے کہ گھروں میں ان کے پچھواڑے سے آؤ۔

یعنی شمسی تقویم و تاریخ اپنے معاملات میں برتنا اپنے گھروں میں پیچھے کی جانب سے داخل ہونے کے برابر ہے اور اسی لئے اسے ترک کرنا واجب ہے کیونکہ یہ صابئہ کے موافق ہے۔

اگر حنیفیہ تقویم ملت کو شمسی تقویم پر قائم کرے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ لوگوں کو گھروں کے پیچھے سے داخل ہونے کا حکم کیا جاتا ہے۔

انسانی فطرت یہ ہے کہ ایک ہی قانون پر چلے اور ہم مضطر اور مجبور ہیں کہ جو قانون انگریزوں کی جانب

سے ہم پر مسلط کیا گیا ہے اور قانون اسلامی کے ساتھ ہی ساتھ چلائیں تو ہمارا یہ حال ہے کہ نہ اس پر یقین ہے نہ اُس پر۔

اور حساب کا بھی یہی حال ہے یا تو قمری مہینوں سے کریں یا شمسی مہینوں سے کسی ایک پر حساب سہل و آسان ہے اور دو تقویموں پر حساب و کتاب رکھنا بہت دشوار اور مشکل ہے اور اس کا ہم نے اپنے ملک میں تجربہ کیا ہے اور انسان اس چیز کا مکلف گردانا جس کی اس کو ضرورت نہیں ہے۔ گھروں کے اندر پیچھے کی جانب سے گھسنے کے برابر ہے۔

قولہ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ج — لیکن نیکی تو اس کی ہے جو پرہیزگاری اختیار کرے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ اصل مقصد اتباع قانون ہے اور تقویم و تاریخ کا حساب بمنزلہ حواشی اور اطراف کے ہے تو تم حواشی و اطراف کو اصل مقصد کے برابر نہ سمجھا کرو۔ اور حصول مقاصد کو اصل مقصود سمجھو۔

قولہ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا — اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔

اس پر عمل کرو جو تمہارے لئے سہل و آسان ہو لیکن جبکہ تم سب کے سب تعلیم حاصل کرلو اور تم میں ایک فرد بھی جاہل اور بے علم نہ رہے تو شمسی مہینوں سے حساب کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

قولہ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ — اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ

یعنی اصل مقصود تقویٰ ہے۔ قمری مہینہ یا شمسی مہینہ کا اعتبار اصل مقصد سے زائد ہے۔ اس کو امت کی فلاح و عدم فلاح سے کوئی واسطہ نہیں ہے

تنبیہ

اجنبی لغت کسی پر مسلط کرنا امر غیر طبعی کی تکلیف دینا ہے

ہمارے نزدیک زبان کا مسئلہ تقویم و تاریخ کے مسئلہ کے تابع ہے اس کے حواشی اور اطراف سے

نہیں ہے اور ایک زبان کو کسی قوم کسی امت پر مسلط کرنا غیر طبعی امر ہے اور یہ گھروں میں پیچھے کی طرف سے داخل ہونے سے مشابہ ہے۔

اور ہم نے اس کا خاص تجربہ کیا ہے۔ ہمارے مدارس میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں انھیں نہ تو استاذہ پوری طرح سمجھ سکتے ہیں نہ طلباء، جب ہم انہی کتابوں کو اپنی زبان میں منتقل کر لیتے ہیں تو اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں خود میرا یہ حال تھا کہ میں نے کنزالدقائق سمجھنے کے لئے پوری کوشش کی۔ لیکن مدرسہ میں کوئی ایک بھی استاذ نہ تھا جو مجھ کو سمجھا سکتا۔ کیونکہ مدرسہ کا آخری سال تھا اور ایسے وقت میں کسی کتاب کو ابتداء سے پڑھانا اور خاص کنزالدقائق جیسی کتاب کا پڑھانا معمولی کام نہ تھا۔ آخر مجبوراً میں نے اس کا اردو ترجمہ دیکھنا شروع کر دیا جو بعض علماء دیوبند نے اردو میں کیا ہے جس کا نام "احسن المسائل" ہے میں نے اس کو دیکھنا شروع کر دیا۔ چند ہفتوں میں میں نے ساری کتاب دیکھ ڈالی اور اس کے سارے مسائل اچھی طرح سمجھ لئے۔ پھر میں نے اصل عربی کتاب کو اٹھایا۔ پھر شرح خانی وغیرہ کے ذریعہ اس کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ تو ایک مہینے سے کم میں اس کتاب کے سمجھنے میں کامیاب ہو گیا۔

جب بات یہ ہے تو پھر تضییع اوقات کرنے کے کیا معنیٰ؟ تو کیا وہ اجنبی زبان میں کتابیں باوجودیکہ ان کی اپنی زبان میں لکھی ہوئی موجود ہیں ان میں اشتغال گھروں میں پیچھے کی طرف آنا نہیں ہے؟

یہی حال ان کتابوں کا ہے جو اجنبی زبانوں میں لکھی ہوئی ہیں کہ طلباء ان کو پوری طرح سمجھ نہیں سکتے جب تک ان کا ترجمہ جو ان کی زبان میں ہو نہ سمجھ لیں جب یہ لوگ ان کتابوں کا ترجمہ سمجھ لیں تو خوب اچھی طرح ان کتابوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے بعض علماء نے ایک منطق کی کتاب تلخیص کر کے اپنی زبان میں اسے منتقل کر دیا تو سارے طلباء خوب اچھی طرح سمجھنے لگے۔

جب خلافت و سلطنت عجمیوں کے ہاتھ میں آئی تو انھوں نے تمام دینی غیر دینی کتابوں کا ترجمہ اپنی زبان میں کرایا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے ابتداء میں ان ترجموں سے استفادہ کیا کیونکہ ہندوستان میں زبان فارسی چلتی تھی اور حکومت کی زبان تھی اور جب حکومت اسلامی نہ رہی تو علماء نے ان کا ترجمہ ہندی زبان میں کر دیا۔ اور پورے ہندوستان میں وہ کتابیں پھیل گئیں تو علم ہندوستان کے مسلمانوں کے ہاتھوں محفوظ ہو گیا جس طرح ایران میں ایران کے مسلمانوں کے ہاتھ محفوظ ہو گیا تھا۔

ہم نے اس سے پہلے اس آیت تک باب اجتماعیہ متوسطہ کا ذکر کیا تھا اور

اور اجتماعیہ عالیہ کی ابتداء آیت (۱۹۰) آخر جزء تک اور باب خلافت کو ابتداء جزء ثالث کی ابتداء گردانا ہے۔

لیکن جب ہم نے "البدائر البازغہ" کا مطالعہ کیا تو اس میں اس کی تقسیم دو بابوں میں کی گئی ہے کیونکہ قری عامرہ میں اجتماعیہ متوسطہ، بڑے بڑے شہروں میں اجتماعیہ عالیہ کا ایک ہی قسم کا نمونہ ہے اور ان دونوں میں اگر اختلاف ہے تو وہ حنفیت کا ہے اس لئے ہم یہاں تک ایک باب گردانتے ہیں۔ دوسرے جزء کے آخر تک اور یہ ایک جدید واقعہ پیش آگیا۔ اس واقعہ کا علم ہمیں اس وقت ہوا جبکہ ہم ہندوستان چھوڑ چکے تھے۔

دوسرا مسئلہ

اجتماعیۃ سے دفاع واجب ہے، اور ہر فرد اجتماعیۃ پر واجب ہے

اجتماعیۃ سے دفاع تمام افراد اجتماعیۃ پر واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۔۱۹۰

مسلمانو! جو لوگ تم سے لڑیں تو تم بھی اللہ کے رستے یعنی حمایت دین کے لئے ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرنا، اللہ کسی طرح زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس کے معنی یہ ہوئے قتال و جنگ کی تیاری ان لوگوں کے مقابلے کے لئے کرو جو تمہارے مقابلہ میں قتال و جنگ کی چاہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ تم سے قتال و جنگ نہیں کرتے ان پر ہجوم نہ کرو جو لوگ اہل ذمہ ہیں اور مسلمانوں کے مقابلہ میں قتال و جنگ نہیں کرتے بلکہ تم سے سالمیت چاہتے ہیں تمہارے ذمہ میں رہنا پسند کرتے ہیں تو ان سے قتال و جنگ نہ کرو ان کو قتل کرنا اور ان کو محارب سمجھنا اور ان کے ساتھ محاربین کا معاملہ کرنا عدوان ظلم و زیادتی ہے اور یہ سراسر مصالح اجتماع سے جہالت و بے خبری ہے۔

اس آیت سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جو مسلمانوں کو قتال کفار سے روکنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں اسلام ہجوم کرکے حملہ کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام نے صرف دفاع کا حکم دیا ہے اور ان سے قتال و جنگ جائز رکھتا ہے جو ان کے مقابلہ میں قتال و جنگ ابتداء کریں۔

اور ہمارے نزدیک یہ معنی قطعاً صحیح نہیں ہیں یہ حکم تو حرم کے ساتھ مخصوص ہے کہ حرم میں مسلمان قتال

و جنگ کی ابتداء نہ کریں ۔ اور آیت سے مسجد حرام کی تخصیص باطل نہیں ہوتی اور دوسری ساری زمین کو مسجد حرام جیسی نہیں گردان سکتے اور آیت اعداء اور دشمنوں کے مقابلہ کے لئے اسلحہ ہتھیار اور دوسری تیاری کا حکم دیتی ہے کہ مسلمان اپنی مقدرت استعداد کے مطابق قوت پیدا کریں اور مسئلہ حرب و جنگ کا ہے ۔ امام و سلطان یا خلیفہ نفیر عام کر دے کہ اتنی فوج اس جنگ کے لئے درکار ہے ۔

ان لوگوں سے جنگ و قتال جو ہم سے قتال و جنگ کرنا نہیں چاہتے انتہا درجہ کی جہالت ہے

استعداد اور تیاری اور ہتھیار تو واجب ہے پھر ہر ہر فرد مسلمان کو واجب ہے کہ اس پر ثابت قدم رہے پھر اگر وہ تمام مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ تمام کفار قتل کریں ۔ لیکن ایسے لوگوں سے قتال و جنگ کرنا جو ہم سے قتال و جنگ نہیں کرتے انتہا درجہ کی جہالت ہے ۔

بہت سی اسلامی سلطنتیں ذمیوں کے ساتھ بدمعاملگی کرنے سے ہی خراب ہوئی ہیں خاص کر ہندوستان اور یہی حال یورپ میں دولت عثمانیہ کا ہوا ۔ دولت عثمانیہ والے بھی هذ والعقل بالعقل ٹھیک ٹھیک اسی ڈگر پر چلے جس پر ہندوستان چلتا تھا اور اسی لئے تباہ و برباد ہوئی ۔

قولہٗ تعالیٰ ،

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۗ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۱۹۱ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۱۹۲

خدا کا فرمان !

اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور جہاں سے انھوں نے تم کو نکالا ہے تم بھی ان کو نکال دو اور فساد کا برپا رہنا خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے اور جب تک کا فر حرمت و ادب والی مسجد یعنی خانہ کعبہ کے پاس تم سے نہ لڑیں تو تم بھی اس جگہ ان سے نہ لڑو لیکن اگر وہ لوگ تم سے لڑیں تو تم بھی ان کو خاص قتل کر دو ایسے کافروں کی یہی سزا ہے پھر اگر باز آ جائیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

قتل جلا وطنی کا جواز خونخواریت کو بند کرنے اور مفید بقا لوگوں نہ ہوں ان کے لئے ہے کیونکہ لاتا نونیت انسانیت کے لئے کسی حال میں مناسب نہیں ہے ۔

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ — اور وہاں تک ان سے تم لڑو کہ ملک میں فساد باقی نہ رہے اور ایک خدا کا حکم چلے۔

اس آیت میں اس کی صاف تصریح ہے کہ مسجد حرام اور مسجد حرام کے نزدیک قتال و جنگ کی ابتدا کرنا مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے۔

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۱۹۳ — اور پھر اگر یہ لوگ فساد سے باز آجائیں تو پھر ان پر کسی طرح کی زیادتی نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ زیادتی ظالموں کے سوا کسی پر جائز نہیں ہے۔

یعنی صلح کے بعد دوران جنگ میں جو کچھ ہوا یہلا طرفین سے وقوع میں آچکا ہے اس کا مواخذہ نہیں ہے۔

اس آیت میں اس امر کی تصریح کردی کہ قتال و جنگ کا مقصد دفع فساد ہے جب فساد دفع ہوگیا اور ان لوگوں نے قانون الٰہی کو تسلیم کرلیا۔ تو اب قتال و جنگ ختم کردینا واجب ہے اور

فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ — اور زیادتی جائز نہیں ہے کہ سوائے ظالموں کے کسی پر کی جائے

اس کے معنی یہ ہیں کہ نافرمانوں پر حدود الٰہی قائم کی جائیں:

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۱۹۴ — ادب و حرمت والے مہینوں معاوضہ ادب و حرمت والے مہینے اور مہینوں کی خصوصیت نہیں بلکہ ادب و حرمت کی تمام چیزوں کا ادلے کا بدلہ تو جو تم پر کسی قسم کی زیادتی کرے تو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے ویسی ہی زیادتی تم بھی اس پر کرو اور زیادتی کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ اللہ انہیں کا ساتھی ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔

حرمات قصاص کے معنی یہ ہیں کہ بعض بعض سے مماثلت رکھتے ہیں

قولہ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ص

تو جو تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے ویسی ہی زیادتی تم اس پر کرو۔

اس کے معنی یہ ہیں فاسق طاقتوں کو اس وقت تک دبایا اور زیر نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ ان کو ان کے مثل سے بدلہ نہ دیا جائے۔ اور حقوق حرمات انتقام کے بارے میں مساوی اور برابر ہیں۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۱۹۴

اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ اللہ انہیں کا ساتھی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

(جاری ہے)

بقیہ: سید احمد شہید کی تحریک

جہاد کا پیارا اور تلوار و بندوق کی صفائی اور قواعد چاند ماری اور گھوڑ دوڑ ہوا کرتی تھی ... ان دنوں میں جو کوئی تحفہ تحائف آپ کے لیے لے کر آتا تو ہتھیار یا گھوڑے ہوتے تھے۔ اُن ہی دنوں شیخ فرزند علی صاحب غازی پور سے جو نہایت گھوڑے اور بہت سی وردی کے کپڑے اور چالیس جلد قرآن مجید لے کر آئے۔ اور سب سے عجیب تحفہ جو شیخ صاحب موصوف لے کر آئے وہ امجد نام کا ان کا نوجوان بیٹا تھا۔ جس کو انھوں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نذر سید صاحب کے حوالے کر دیا اور عرض کی کہ اس کو اپنے ساتھ لے جائیں اور تیغ کفار سے اس کی قربانی کرائیں۔

ہے تو یہ ایک گزرے ہوئے واقعہ کا حاصل لیکن اس میں جو دائمی حقیقتیں پوشیدہ ہیں وہ یہ ہیں کہ ہر دور میں اسلام کو زندہ کرنے کے لیے قرآن، تلوار اور پھر ابراہیم خلیل کی سنت کے احیاء اور قربانی کے لئے ایسے افراد کی ضرورت ہے جن کے قلوب نور ایمان سے مالا مال ہوں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ